ہمارا بیانیہ

طوفان الاقصیٰ

دو سالہ ثابت قدمی اور آزادی کا عزم

میڈیا آفس
اسلامی مزاحمتی تحریک - حماس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

ان دو ہولناک سالوں کے دوران، ہمارے فلسطینی عوام کی آزادی کی پر عزم جدوجہد نے وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور انہیں ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنے کی اسرائیلی مہمات کے خلاف ثابت قدمی اور استقامت کی ایک ایسی داستان رقم کی ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ وہ اپنی مزاحمتی شناخت پر اس وقت تک قائم رہے جب تک اس داستان کی اب تک کی آخری سطریں نہیں لکھ لی گئیں۔

یہ وہ دو سال تھے جن میں اسرائیلی قبضے نے انسانیت کا وہ وحشیانہ قتل عام اور نسل کشی کی جس کا انسانی تاریخ نے پہلے کبھی مشاہدہ نہیں کیا تھا۔ یہ جدید دور کی بدترین تباہ کن جارحیت میں سے ایک تھی، جو ایک خونی اور آباد کار نوآبادیاتی نظریے کے تحت لڑی گئی، یہ جارحیت ۱۹۴۸ء کے "نکبہ" سے جاری ہے۔ یہ محض ایک عارضی عمل نہیں تھا، بل کہ صہیونی مجرمانہ منصوبے کے بنیادی مقصد کی عکاسی تھی: یعنی غزہ کی پٹی میں فلسطینیوں کے وجود کا انکار کرنا، اور انہیں جبری بے دخلی، فاقہ کشی، اور گھروں، ہسپتالوں، سکولوں، مساجد اور گرجا گھروں کی وحشیانہ تباہی کے ذریعے مٹانا۔

غزہ کی جنگ نے ایک واضح مساوات کو جنم دیا: جارحیت جتنی شدید ہوئی، فلسطینی عوام اپنی آزادی کی جستجو میں اتنے ہی متحد اور پر عزم ہوتے گئے۔ جیسے ہی نسل کشی کے دو سال مکمل ہوئے ہیں، فلسطینی اپنی بقا کی پر عزم جدوجہد پر پہلے سے زیادہ پُراعتماد نظر آ رہے ہیں، جبکہ اسرائیلی ریاست نفسیاتی شکست اور ڈیٹرنس (خوف) کے خاتمے کے بوجھ تلے دبی ہوئی ہے۔ اس کا بیانیہ بکھر

چکا ہے اور وہ ایک تنہا اور اچھوت ریاست میں تبدیل ہونا شروع ہو گئی ہے۔
۷ اکتوبر ۲۰۲۳ء کوئی اچانک ہونے والا واقعہ نہیں تھا بلکہ اسرائیلی قبضے کے خلاف جاری جدوجہد کا ایک باب تھا۔ "طوفان الاقصیٰ" آپریشن محض ایک گزرتی ہوئی یاد نہیں بلکہ ہمارے کاز (مقصد) کے سفر میں ایک تاریخی اور کلیدی مرحلے کی بنیاد ہے۔ یہ ایک ایسا مرحلہ تھا جس میں صہیونی بیانیہ دنیا بھر میں اپنے ہی ناپاک وجود میں بے نقاب ہوا۔ اس دشمن کی اصل حقیقت انسانیت کے سامنے عیاں ہو گئی، اسے عالمی عدالتوں کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا گیا، اس کی شکست ممکن ثابت ہوئی، اور فلسطین نے شعور کی عالمی جنگ میں برتری حاصل کی، جو اس ظالمانہ ماحول کی تبدیلی کا پیش خیمہ ہے جس نے اس ریاست کو غداری اور جارحیت کے ذریعے پھلنے پھولنے کا موقع دیا۔

دو سال تک فلسطینی عوام نے انسانیت کی اولعزمی اور استقامت بہترین صفات پیش کیں: ایمان، قربانی، ثابت قدمی، استقامت، فخر اور وقار کو برقرار رکھا۔ آج ہمارے لوگ غزہ کی پٹی پر اس ظالمانہ جنگ کے خاتمے، اپنے زخموں کو بھرنے اور اپنی استقامت کے ثمرات کو بڑھانے کے موڑ پر کھڑے ہیں۔ مقبوضہ فلسطین میں صہیونی معاشرے کو جڑوں سے ہلا دینے اور اسے فوجی، سیکورٹی، اقتصادی، سیاسی اور اخلاقی بحرانوں میں دھکیلنے کے بعد، اب دنیا اس قبضے کی اصل مجرمانہ اور وحشیانہ فطرت کو سمجھ چکی ہے۔

ہم اپنے بچوں، خواتین، بوڑھوں اور بیماروں کے خون کو نہیں بھولیں گے، اور نہ ہی اپنے ان قیدیوں کے دکھوں کو جنہوں نے بدترین تشدد برداشت کیا۔ یہ وسیع پیمانے پر ہونے والی تباہی ہمیں اپنے شہروں، محلوں اور پناہ گزین کیمپوں

کو فراموش نہیں کرنے دے گی۔ نہ ہمارے گھروں، مساجد، گرجا گھروں، سکولوں، ہسپتالوں، باغات اور ہمارے گرجتے ہوئے سمندروں کو اور نہ ہی اپنے پیاروں کے ان کتبوں کو جنہیں بلڈوزر سے مسمار کر دیا گیا بھولنے دے گی۔ کوئی بھی چیز ہماری یادداشت یا ہمارے خوابوں کی اس شناخت کو نہیں مٹا سکتی جو اس زمین میں گہری جڑی ہوئی ہے، جس سے ہمارا حق اور استحقاق وابستہ ہے۔

اس پاگل پن پر مبنی جارحیت نے ایک ایسی ریاست کو بے نقاب کر دیا ہے جس کا انسانیت سے کوئی تعلق نہیں اور جو امن کے معنی تک نہیں جانتی۔ یہ ایک نسل پرست، وحشی اور باغی ریاست ہے، جسے ان دھوکے باز اور ظالم ممالک کی حمایت حاصل ہے جو دنیا کو امن، انصاف اور انسانیت کے نعروں سے دھوکہ دیتے ہیں جبکہ وہ خود اس جرم میں براہ راست شراکت دار ہیں۔

یہ ایک عظیم قوم کی عظیم قربانیاں تھیں۔ ۷۷ سالوں کے دوران، قبضے نے فلسطینی عوام کے اپنی زمین اور مقدس مقامات کو واپس لینے کی جدوجہد کو جاری رکھنے کے عزم میں صرف اضافہ ہی کیا ہے۔ دھوکہ دہی، ہولناک محاصرے اور قبضے کا مقابلہ کرنے میں علاقائی و بین الاقوامی بے حسی نے ان کے اللہ پر ایمان اور آزادی و واپسی کی راہ پر چلتے رہنے کے پختہ ارادے کو مزید تقویت بخشی ہے۔

"طوفان الاقصیٰ" کے آپریشن نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہماری قوم کو مٹایا نہیں جا سکتا، ان کی جدوجہد نہیں رکے گی اور ان کے انقلاب کو خاموش نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے ایک حیرت انگیز طور پر ہمت والی معاشرت اور ان بہادر شاہ سواروں (مجاہدین) کو پیش کیا ہے جنہیں

غاصب کے مظالم کی کوئی پرواہ نہیں۔ ہماری مزاحمت کی یہ بلند چٹان جو ۷۷ سالوں سے جاری ہے، اپنی منزل میں صرف آزادی، واپسی اور قدس کو دیکھتی ہے، جس کے پیچھے غیر متزلزل عزم، ناقابلِ شکست استقامت، اور اللہ کی فتح اور اس کی راہ میں لڑنے والے مجاہدین کی نصرت پر کامل یقین ہے۔

صہیونی منصوبہ فلسطینی عوام کی فطرت، ان کی عرب اور اسلامی شناخت، ان کی گہری تاریخی جڑوں اور ان کی تہذیبی و انسانی وسعت کو سمجھنے میں ناکام رہا ہے۔ اسے اس بات کا احساس نہیں ہوا کہ اس کا انجام بھی ویسا ہی ہوگا جیسا کہ تاریخ بھر میں ہماری اس مبارک اور مقدس سرزمین کو نشانہ بنانے والی ہر جارح لہر کا ہوا ہے۔ اسے یا تو یہاں سے نکال باہر کیا جائے گا یا اسی زمین میں دفن کر دیا جائے گا۔

فہرستِ مضامین

باب اول: طوفان الاقصیٰ کے محرکات اور پس منظر.................................7

باب دوم: طوفان الاقصیٰ: کراسنگ کا عظیم دن (7 اکتوبر 2023ء)..................................12

باب سوم: 7 اکتوبر کے حملے کی تحقیقات: سچائی کو بے نقاب کرنے کا عزم................15

باب چہارم: غزہ پر جنگ کے احوال...18

باب پنجم: جنگ روکنے کے لیے حماس کی کوششیں اور ٹرمپ منصوبہ..........25

باب ششم: طوفانِ اقصیٰ کی نمایاں ترین کامیابیاں..30

باب ہفتم: حماس کو تنہا نہیں کیا جا سکتا..40

باب ہشتم: موجودہ مرحلے کی ترجیحات..43

مختصر الفاظ میں..46

01

باب اول:

طوفان الاقصیٰ کے محرکات اور پس منظر

1۔ تاریخی پس منظر

7 اکتوبر جنگ کا آغاز نہیں تھا بل کہ یہ 1948ء سے جاری 77 سالہ قبضے کا فطری نتیجہ تھا، جس کے دوران صہیونی غاصبوں نے ہمارے لوگوں کو بے گھر کیا۔ پہلے ہی دن سے صہیونی ذہنیت نسل کش، نوآبادیاتی اور جارحانہ رہی ہے جو نسل پرستی اور نسلی کشی پر عمل پیرا ہے۔ گزشتہ دہائیوں کے دوران اس نے فلسطینی عوام کو جڑ سے اکھاڑنے اور بے گھر کرنے کے لیے ہر طریقہ استعمال کیا اور مغرب بالخصوص امریکی انتظامیہ کی سرپرستی میں انھیں اپنی زمین پر خودمختاری اور حقِ خودارادیت سے محروم رکھا۔ ”طوفان الاقصیٰ“ قابض ریاست کے خلاف ہماری عوام کی مزاحمت کی اسی جدوجہد کا حصہ تھا جو فاشسٹ دائیں بازو کی حکومت کے دور میں اپنے عروج پر پہنچ گئی۔ یہ فلسطینی کاز کو درپیش تزویراتی چیلنجوں کا ایک فطری ردعمل تھا۔

2۔ سیاسی تصفیہ کی راہ میں ناکامی

اسرائیلیوں نے فلسطینی اتھارٹی کے ساتھ سیاسی تصفیے کے راستے کو منظم اور دانستہ طور پر سبوتاژ کیا اور مذاکرات کی آڑ میں فلسطینی زمینوں کو یہودیانے اور ان پر غاصبانہ قبضہ جاری رکھا۔ انھوں نے مغربی کنارے میں یہودی آبادکاروں کی تعداد 1993ء میں اوسلو معاہدے کے وقت 280,000 سے بڑھا کر 2023ء میں تقریباً 950,000 کر دی۔ نیتن یاہو نے جو 1996–1999ء اور پھر 2009ء سے اب تک کے بیشتر عرصہ وزیر اعظم رہے۔ بارہا اوسلو

معاہدے کی مخالفت کی، اسے کمزور کرنے کی کوشش کی اور واضح طور پر کہا کہ وہ فلسطینی ریاست کے قیام کو روکیں گے اور وہ عملی طور پر ایسا ہی کر رہے ہیں۔ نتیجتاً فلسطینی اپنی زمین کے کسی بھی حصے پر آزاد ریاست کے قیام کی تمام امیدیں کھو بیٹھے۔ صورت حال یہاں تک پہنچ گئی کہ 2018ء میں "گرین مارچ آف ریٹرن" (پرامن احتجاج) کے ذریعے دنیا کو فلسطینی حقوق یاد دلانے کی کوشش کی گئی، لیکن کسی نے کان نہ دھرے۔

3۔ اسرائیلی انتہا پسندی کا عروج اور مغربی کنارے و قدس کو نشانہ بنانا

2022ء کے اواخر میں، سب سے زیادہ انتہا پسند اسرائیلی حکومت تشکیل دی گئی، جس میں دائیں بازو کی لیکوڈ پارٹی نے "مذہبی صہیونیت" اور دیگر فاشسٹ جماعتوں کے ساتھ مل کر مسجد اقصیٰ، قدس اور مغربی کنارے کی قسمت کا فیصلہ طاقت کے زور پر کرنے کا عہد کیا۔ انتہائی انتہا پسند وزراء کو فلسطینیوں سے متعلق حساس ترین محکمے دیے گئے۔ اتمار بن گویر نے قومی سلامتی کی وزارت سنبھالی، جس نے فلسطینی عوام کی سرکوبی کے دروازے کھول دیے اور مسجد اقصیٰ پر دھاووں اور بیت المقدس کو یہودیانے کے منصوبوں میں سہولت کاری کی۔ قابض فوج کی حفاظت میں روزانہ کی دراندازی اور مسجد اقصیٰ کو زمانی و مکانی طور پر تقسیم کرنے کی کوششوں کے ذریعے اسے یہودیانے کی رفتار تیز کر دی گئی جو بیت المقدس کے قلب میں ایک نئ "نکبہ" کی عکاسی کر رہی تھی۔

بزازیل سموٹریش کو وزارت خزانہ کے ساتھ ساتھ مغربی کنارے میں نام نہاد "اسرائیلی سول ایڈمنسٹریشن" کا اختیار دیا

گیا جو وہاں بستیوں کی توسیع اور قدرتی وسائل کی نگرانی کرتی ہے۔ اس نے مغربی کنارے کے الحاق اور وہاں کے شہروں اور دیہاتوں کو الگ تھلگ چھوٹی چھوٹی بستیوں میں بدلنے کی کوششیں کبھی ترک نہیں کیں تاکہ آزاد فلسطینی ریاست کا امکان ختم ہو جائے۔ مزید برآں نیتن یاہو نے 7 اکتوبر 2023ء سے چند روز قبل اقوام متحدہ میں کھڑے ہو کر تاریخی فلسطین (بشمول مغربی کنارہ اور غزہ) کا نقشہ پیش کیا جس پر ''اسرائیل'' لکھا ہوا تھا جو ان کے ارادوں اور منصوبوں کا کھلا اعلان تھا۔

4۔ غزہ: ایک دم گھونٹتے ہوئے محاصرے میں قید

غزہ ان اسرائیلی اہداف سے دور نہیں تھا۔ یکم اکتوبر 2023ء کو ''طوفان الاقصیٰ آپریشن'' سے ایک ہفتہ قبل اسرائیلی ایجنسی ''شن بیت'' کے سربراہ رونین بار نے قابض فوج کے سربراہ ہرزی ہالیوی اور دیگر سیکیورٹی حکام کو غزہ میں حماس کی قیادت کو ختم کرنے کا منصوبہ پیش کیا اور نیتن یاہو سے اس کی اجازت مانگی، جو اس وقت نہیں دی گئی۔ یہ سب اس وقت ہو رہا تھا جب غزہ کی پٹی 17 سال سے جاری دم گھونٹتے محاصرے کا شکار تھی، جہاں لوگ نقل و حرکت، سفر، معمول کی زندگی اور ضروری اشیاء سے محروم تھے، صرف اس لیے کہ انہوں نے ایک مزاحمتی حکومت کو منتخب کیا تھا۔ غزہ دنیا کی سب سے بڑی کھلی جیل بن چکا تھا، اور اب وقت آگیا تھا کہ غزہ کے لوگ، جیسا کہ شہید مصنف غسان کنفانی نے کہا تھا: اس عظیم قید خانے میں سسک سسک کر مرنے کے بجائے ''ٹینک کی دیواروں پر دستک دیں۔''

5۔ قیدیوں کے مصائب

قابض ریاست کی جیلوں میں ہزاروں فلسطینی قیدی ہر طرح کے جبر، بد سلوکی، ذلت اور سسکتی ہوئی موت کا شکار تھے، اور ان کی رہائی کا کوئی سیاسی اُفق نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہ سب کچھ انسانی وقار اور بین الاقوامی قانون کے تحت قیدیوں کے بنیادی حقوق پر ایک کھلا حملہ تھا۔ جب ''طوفان الاقصیٰ'' آپریشن شروع ہوا تو اس وقت بھی تقریباً پانچ ہزار قیدی اسرائیلی قبضے کی جیلوں میں قید تھے۔

6۔ عالمی برادری کی ناکامی

بین الاقوامی ادارے، بالخصوص اقوامِ متحدہ اور سلامتی کونسل، مسئلہ فلسطین کو سنجیدگی سے حل کرنے میں ناکام رہے۔ یہ ادارے مفلوج اور بے اثر رہے جب کہ ''اسرائیل'' امریکی اور مغربی حمایت کے سائے میں قانون سے بالاتر ریاست کے طور پر کام کرتا رہا۔ یہودیت کو مسلط کرنے، تعلقات کی بحالی اور فلسطینی مقصد کو مٹانے کے منصوبوں میں تیزی آگئی، کیوں کہ امریکی۔ صہیونی اتحاد نے مسلسل نارملائزیشن ڈیلز کے ذریعے قابض ریاست کو خطے میں ضم کرنے اور فلسطینی کاز کو دفن کر کے اسے ''ماضی کی ایک فائل'' بنانے کی کوشش کی۔ فلسطین کے حق میں اقوامِ متحدہ کی قراردادوں کے وسیع ذخیرے کے باوجود ستمبر 2023ء کے آخر تک جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل 1,180 قراردادیں جاری کر چکے تھے۔ گزشتہ 75 سالوں میں ان میں سے ایک پر بھی عمل درآمد نہیں ہوا۔ تو پھر دنیا ایک غیرت مند قوم سے کیا توقع رکھتی ہے جو اپنی آزادی اور حقوق کی بازیابی کی جدوجہد کر رہی ہو؟!

7۔ فلسطینی انقلاب کا تسلسل

فلسطینی عوام نے 1920ء سے اپنے انقلابات کا سلسلہ جاری رکھا، یہاں تک کہ مئی 1939ء میں انہوں نے ''اعلانِ بالفور'' کو منسوخ کرنے اور دس سال کے اندر تمام فلسطین پر ایک آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کا باقاعدہ برطانوی عزم حاصل کر لیا،

لیکن برطانیہ اپنے وعدوں سے مکر گیا۔ پھر مغربی اور امریکی اثر و رسوخ کے تحت اقوامِ متحدہ نے 1947ء میں فلسطین کو دو ریاستوں (یہودی اور فلسطینی) میں تقسیم کرنے کے حق میں ووٹ دیا۔ ایک ایسی قرارداد جس نے فلسطینی عوام سے ان کی مشاورت کے بغیر اور زمین کے 94 فیصد حصے کے مالک ہونے کے باوجود ان کا حقِ خودارادیت چھین لیا۔ اس کے باوجود، صہیونیوں نے تاریخی فلسطین کے 77 فیصد حصے پر طاقت اور نسلی کشی کے ذریعے "اسرائیل" قائم کیا اور فلسطینی ریاست قائم نہیں ہونے دی گئی۔ فلسطینی انقلابات اور تحریکیں لہروں کی صورت میں جاری رہیں جو کبھی کم ہوتی ہیں اور کبھی تیز، لیکن کبھی ختم نہیں ہوئیں۔ "طوفانِ الاقصیٰ" آپریشن ان ہی پے در پے لہروں میں سے ایک نئی لہر ہے۔ فلسطینی مزاحمت نے بارہا خبردار کیا تھا کہ اگر جارحیت اور محاصرہ جاری رہا تو یہ دھماکہ ناگزیر ہے، چناں چہ 7 اکتوبر 2023ء کا حملہ اسی شدت کے ساتھ ہوا جتنی شدت سے ہماری قوم کو تکلیف پہنچائی گئی تھی اور جس سطح کی ناانصافی انہوں نے برداشت کی، جس نے پوری دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ تمام تر سازشیں اور دباؤ اس قوم کے عزم کو نہیں توڑ سکتے۔

باب دوم:

طوفان الاقصیٰ: کراسنگ کا عظیم دن (7 اکتوبر 2023ء)

ا۔ سچائی کا لمحہ

۷ اکتوبر ۲۰۲۳ کو ہونے والے ”طوفان الاقصیٰ“ آپریشن نے سچائی کے اس لمحے کو جنم دیا جس نے سالوں کے محاصرے اور عالمی غفلت کے بعد تنازع کی مساوات کو بدل کر رکھ دیا۔ فلسطینیوں کا غصہ مزاحمتی جنگجوؤں کی قیادت میں ایک ایسے بے مثال عمل کی صورت میں پھٹ پڑا، جب دنیا نے ان لوگوں پر تمام دروازے بند کر دیے تھے جو اپنی زندگی اور آزادی کے بنیادی حق کا مطالبہ کر رہے تھے۔

یہ آپریشن کوئی مہم جوئی یا جذباتی عمل نہیں تھا، بل کہ ایک نپا تلا قدم تھا جو امید کی خواہش اور تاریخی دھارے کی درستگی کا اظہار کرتا ہے۔ فلسطین کے بیٹوں نے شعور، منصوبہ بندی، اللہ پر ایمان اور اپنے مقصد کے برحق ہونے کے یقین کے ساتھ اسے انجام دیا۔ ان کا یہ ایمان تھا کہ قربانی ہی نجات کا راستہ ہے اور قدس و الاقصیٰ کا دفاع ایک ایسا حق ہے جس پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جا سکتا۔

یہ عظیم قربانی کا وہ لمحہ تھا جہاں فلسطینی دنیا کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ: ”ہم ہمیشہ کے لیے صرف مظلوم نہیں رہیں گے، بل کہ ہم اپنی غیرت کے لیے لڑنے والی وہ قوم ہیں جو اپنے وطن کے چھن جانے پر خاموش تماشائی بننے سے انکار کرتی ہے۔“

۲۔ وسیع تر عوامی حمایت

اس آپریشن کو فلسطینیوں کی بے مثال عوامی حمایت حاصل ہوئی اور یہ مزاحمت کے آپشن پر متحد ہونے کی علامت بن گیا۔ ''فلسطینی سینٹر فار پالیسی اینڈ سروے ریسرچ'' کے ایک سروے (مطبوعہ ۱۳ دسمبر ۲۰۲۳ء) کے مطابق ۷۲ فیصد فلسطینیوں نے حماس کے حملے کے فیصلے کو درست قرار دیا اور ۶۹ فیصد نے حماس کی کارکردگی پر اطمینان کا اظہار کیا، جب کہ اس کے مقابلے میں صرف ۱۱ فیصد نے فلسطینی اتھارٹی کی کارکردگی پر اطمینان ظاہر کیا۔

یہ نتائج اسرائیلی ریاست اور بڑے فوجی اتحادوں کی طرف سے شروع کی گئی اس پرتشدد جارحیت کے باوجود سامنے آئے، جس کے نتیجے میں اس سروے کے وقت تک ۱۵,۰۰۰ سے زائد شہداء، ۳۶,۰۰۰ زخمی اور غزہ کی دو تہائی آبادی بے گھر ہو چکی تھی۔

المیے کی انتہاء کے باوجود مزاحمت کے گرد یہ والہانہ عوامی یکجہتی اس بات کا واضح پیغام تھا کہ فلسطینی قوم بھاری قیمت چکانے کے باوجود ثابت قدمی اور مقابلے کے راستے پر کاربند ہے۔

۳۔ کراسنگ کا تاریخی دن

۷ اکتوبر فلسطینی تاریخ کا ایک اہم ترین دن تھا۔ ۷۵ سال قبل صہیونی/اسرائیلی ریاست کے قیام کے بعد پہلی بار مزاحمت اس قابل ہوئی کہ ایک میدانی کارروائی کے ذریعے غزہ کی پٹی کے گرد قابض فوج کی تمام لائنوں کو کامیابی سے توڑ کر ان پر کنٹرول حاصل کر لے، سینکڑوں فوجیوں کو بے بس کر دے اور محض چند گھنٹوں میں مکمل ٹھکانوں پر قبضہ کر لے۔ اس نے قابض ریاست کو صدمے کی ایسی حالت میں ڈال دیا کہ جسے اس کے رہنماؤں نے ایک وجودی جنگ اور اپنی دوسری "جنگ آزادی" قرار دیا، اور بعد میں اسے "آپریشن آئرن سووررڈز" کا نام دیا۔

وہ دن عالمی شعور میں ایک نئ مساوات کے اندر فلسطینیوں کے داخلے کا دن تھا۔ اس نے ثابت کر دیا کہ مزاحمت "ناقابل تسخیر" فوج کے تصور کو پاش پاش کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور آزادی کا جذبہ کسی بھی فوجی اسلحہ خانے سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔

باب سوم:

۷ اکتوبر کے حملے کی تحقیقات: سچائی کو بے نقاب کرنے کا عزم

03

۷ اکتوبر کے حملے کے پہلے ہی لمحے سے، اسرائیلی ریاست نے سچائی کو مسخ کرنے کی کوشش کی۔ اس نے ایک عالمی معلوماتی مہم (disinformation machine) کا آغاز کیا، جس میں مغربی میڈیا اور صہیونی لابی گروپس کو شامل کیا گیا۔ اس کا مقصد اس جائز فوجی کارروائی کو، جس کا نشانہ اسرائیلی فوج کی ''غزہ ڈویژن'' تھی (وہ فوجی یونٹ جو غزہ کے خلاف قتل و غارت اور محاصرے کو برقرار رکھے ہوئے تھی)، شہریوں اور بچوں کو نشانہ بنانے کے دعووں میں تبدیل کرنا تھا۔

اسرائیلی ریاست نے بچوں کے قتل اور خواتین کی عصمت دری کے بارے میں جھوٹ اور مغالطوں کا ایک سلسلے کا آغاز کیا، تاکہ ایک ایسی ہمہ گیر نسل کشی کے منصوبے کی راہ ہموار کی جاسکے جو پہلے سے طے شدہ تھا اور جس کا مقصد غزہ کو صفحہ ہستی سے مٹانا تھا۔

اسی تناظر میں، حملے کے ابتدائی دنوں سے ہی مزاحمت نے غیر فوجی اسرائیلی قیدیوں کو رہا کرنے کی پیشکش کی تھی۔ تاہم اسرائیلی ریاست نے اس پیشکش کو مسترد کر دیا اور اسے صرف نومبر ۲۰۲۳ء میں ایک ہفتہ طویل مختصر جنگ بندی کے دوران قبول کیا، جس میں تقریباً ایک سو قیدی رہا کیے گئے۔

ہم پہلے بھی مزاحمت کے خلاف پھیلائے گئے اسرائیلی

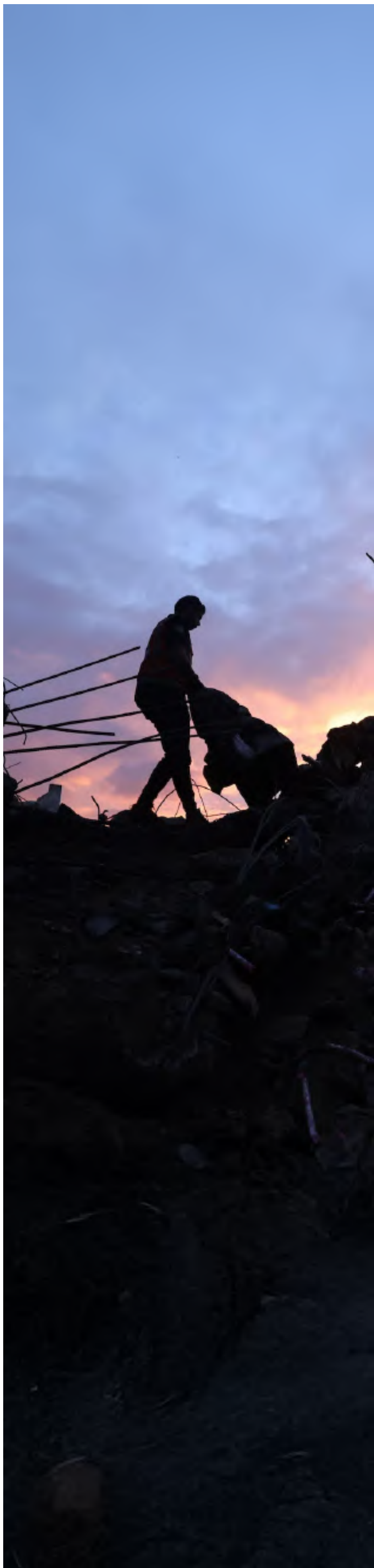

الزامات اور جھوٹ پر بحث کر چکے ہیں اور یہاں انہیں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، خاص طور پر اس کے بعد جب آزاد بین الاقوامی تحقیقات سے ان کا جھوٹ ثابت ہو چکا ہے۔ تاہم چوں کہ اسرائیلی ریاست کے رہنما ڈھٹائی سے اپنے جھوٹ دہراتے رہتے ہیں، اس لیے ہم درج ذیل باتوں کی تصدیق کرتے ہیں:

- شہریوں کا قتل ہمارے دین، اخلاق یا تربیت کا حصہ نہیں ہے اور جہاں تک ہو سکے ہم اس سے بچتے ہیں۔
- شہریوں کا قتل، وحشیانہ قتل عام اور نسل کشی اس ریاست کے قیام کے وقت سے ہی اصل صہیونی طرزِ عمل رہا ہے اور اس کو ثابت کرنے کے لیے ہزاروں قطعی شواہد موجود ہیں جن میں شک یا بحث کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔
- سنجیدہ اسرائیلی صحافتی اور میڈیا تحقیقات نے اعتراف کیا ہے کہ اسرائیلی فوج نے ان علاقوں پر بمباری کی جہاں اسرائیلی شہری القسام کے مجاہدین کے ساتھ ملے ہوئے تھے، یہ ''ہنیبل'' (Hannibal) نامی اس طریقہ کار کا حصہ تھا جس کا مقصد اسرائیلی فوجیوں کو ممکنہ طور پر قیدی بننے سے روکنا تھا۔ یہ انکشاف بھی ہوا ہے کہ حملے کے دوران بڑی تعداد میں ریزرو فوجی اور رنگروٹ عام لباس میں تھے یا ڈیوٹی پر نہیں تھے۔
- ۷ اکتوبر کو ''طوفان الاقصیٰ'' آپریشن کے دوران، مزاحمت نے کسی

ہسپتال، سکول یا عبادت گاہ کو نشانہ نہیں بنایا، اس نے ایک بھی صحافی یا ایمبولینس عملے کے کسی رکن کو قتل نہیں کیا۔ ہم اس ریاست کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اس کے برعکس ثابت کر کے دکھائے۔

- ہم اسرائیلیوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ۷ اکتوبر کو اسرائیلی شہریوں کی ہلاکتوں کے دعووں کی غیر جانبدارانہ بین الاقوامی تحقیقات کی اجازت دیں، جس طرح ہم انہیں چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ان جرائم کی غیر جانبدارانہ اور غیر متعصب بین الاقوامی تحقیقات پر راضی ہوں جو انہوں نے فلسطینی عوام کے خلاف، خاص طور پر غزہ پر حالیہ جنگ کے دوران کیے ہیں۔

باب چہارم:

04

غزہ پر جنگ کے احوال

۱۔ نسل کشی کی جنگ

صہیونی ریاست کی جانب سے غزہ کی پٹی کے خلاف لڑی جانے والی اس جنگ کی خاصیت وہ بے مثال بربریت تھی جو ۷ اکتوبر کے بعد اپنی کھوئی ہوئی ہیبت اور ساکھ کو بحال کرنے کی ایک مایوس کن کوشش تھی۔ اس کا اصل مقصد اسرائیلی قیدیوں کی رہائی نہیں تھا، بل کہ اس کا مقصد شہریوں کے خلاف زیادہ سے زیادہ قتل عام کرنا، گھروں، سکولوں، ہسپتالوں، عبادت گاہوں اور انفرااسٹرکچر کو تباہ کرنا اور غزہ کی آبادی پر فاقہ کشی اور بڑے پیمانے پر نقل مکانی مسلط کرنا تھا۔ یہ پہلی نسل کشی

فاقہ کشی اور محاصرہ

تھی جسے براہِ راست نشر کیا گیا، جس کے مظالم کو پوری دنیا کے سامنے لمحہ بہ لمحہ آواز اور تصویر کے ساتھ دستاویزی شکل میں پیش کیا گیا۔

۲۔ خاتمے کی ذہنیت

اس پوری جنگ کے دوران، اسرائیلی ریاست کی سیاسی اور عسکری قیادت نے ایک ایسی ”خاتمے کی ذہنیت“ کی پیروی کی جو نہ صرف فلسطینیوں کے سیاسی حقوق بل کہ ان کی بنیادی انسانیت کا بھی انکار کرتی ہے۔ اسرائیلی لیڈرز اور حکام کے عوامی بیانات نے غزہ کی پٹی کی تباہی اور وہاں کے لوگوں کے قتل کو ڈھٹائی سے جائز قرار دیا، جس میں اس وقت کے وزیر دفاع یوو گیلنٹ بھی شامل تھے جنہوں نے غزہ کی آبادی کو ”انسانی جانور“ قرار دیا۔ متعدد بین الاقوامی گروپوں نے بچوں، خواتین اور بوڑھوں کے خلاف اسرائیلی ریاست کے جرائم کو دستاویزی شکل دی، ساتھ ہی پناہ گاہوں میں بے گھر افراد، ہسپتالوں میں مریضوں، طبی عملے اور امدادی مراکز کے باہر قطاروں میں کھڑے شہریوں کو نشانہ بنانے کے واقعات کو بھی ریکارڈ کیا۔

دو سالوں کے دوران ہونے والی تباہی اور جانی نقصان کا تخمینہ

شہداء اور زخمی

اکتوبر 2025ء کے اوائل تک، ہسپتالوں تک پہنچنے والی لاشوں کے مطابق

67,100

سے زائد افراد شہید ہو چکے تھے، جن میں تقریباً 20,000 بچے اور 12,500 خواتین شامل ہیں۔ اس کے علاوہ، تقریباً 9,500 دیگر افراد اب بھی ملبے تلے دبے ہوئے ہیں یا لاپتہ شمار کیے جاتے ہیں۔ زخمیوں کی تعداد تقریباً

169,500

تک پہنچ گئی۔

شہری تباہی

95 فیصد

غزہ کی پٹی کے سکولوں کو مادی نقصان پہنچا، زیادہ تر ہسپتال، صحت کے مراکز، مساجد اور عبادت گاہیں تباہ کر دی گئیں۔ فضائی حملوں میں بے گھر افراد کی تقریباً تمام پناہ گاہوں کو نشانہ بنایا گیا، جس سے وہ اجتماعی قبروں میں تبدیل ہو گئیں۔ تقریباً 268,000 رہائشی یونٹس مکمل طور پر تباہ ہوئے، اور دیگر 153,000 جزوی طور پر تباہ ہوئے۔

فاقہ کشی اور محاصرہ

محاصرے اور بنیادی خوراک کی فراہمی میں رکاوٹ کی وجہ سے غزہ کے بیشتر باشندے فاقہ کشی کا شکار ہوئے۔ اسرائیلی ریاست نے آبادی کو خوراک، پانی اور ادویات سے محروم رکھ کر زیر کرنے کے لیے جسے ”بھوک کی انجینئرنگ“ کہا جا سکتا ہے، استعمال کیا۔ جو کہ اجتماعی سزا کا جرم اور بین الاقوامی قانون کے تحت نسل کشی کی ایک واضح شکل ہے۔ ڈیوٹی کے دوران 540 امدادی کارکن شہید ہوئے اور 2,605 شہری امداد کے حصول کے دوران قتل کیے گئے جنہیں ”موت کے جال“ (Death Traps) قرار دیا گیا، کیوں کہ امریکی۔ اسرائیلی امدادی مراکز سے امداد حاصل کرنے کے لیے قطار میں کھڑے لوگوں پر براہِ راست بمباری کی گئی۔

4۔ سچائی کے خلاف جنگ

اسرائیلی ریاست نے صحافیوں کو قتل کر کے اور میڈیا کی رسائی روک کر خود ''سچائی'' کو نشانہ بنایا۔ جنگ کے دوران 254 صحافی اور میڈیا ورکرز شہید ہوئے۔ یہ تعداد پہلی جنگ عظیم، دوسری جنگ عظیم، ویتنام، یوگوسلاویہ، افغانستان اور یوکرین میں مارے گئے کل صحافیوں کی مجموعی تعداد سے بھی زیادہ ہے۔ اسرائیلی ریاست نے غیر ملکی میڈیا کو بھی غزہ کی پٹی میں داخل ہونے سے روکا تاکہ اپنے جرائم کے ثبوتوں پر پردہ ڈالا جا سکے اور ان جرائم کو ریکارڈ کرنے والی مقامی آوازوں کو خاموش یا ختم کیا جا سکے۔

5۔ قیدی اور شہداء کے جسدِ خاکی

دو سال کی جنگ کے بعد، غزہ کی پٹی سے تعلق رکھنے والے تقریباً 3,400 قیدی اسرائیلی وجود کی قید میں تھے، جن میں سے تقریباً نصف کو تبادلے کے سودوں میں رہا کر دیا گیا۔ ان کے جسم ان پر ہونے والے تشدد، فاقہ کشی اور بدسلوکی کے گواہ تھے۔ جہاں تک جنگ کے بعد واپس کیے گئے جسدِ خاکی کا تعلق ہے، انہوں نے فیلڈ ایگزیکیوشن (موقع پر قتل) اور منظم تشدد کی ہولناکیوں کو بے نقاب کیا، جن میں سے بہت سے لوگوں کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ شواہد نے کچھ لاشوں سے انسانی اعضاء کی لرزہ خیز اور غیر اخلاقی چوری کو بھی ظاہر کیا۔ ہم ماہر عالمی گروپوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ خود ان لاشوں کا معائنہ کریں اور اسرائیلی جرائم اور سنگین خلاف ورزیوں کی ہولناک حد کو دستاویزی شکل دیں۔

6۔ فلسطینی ثابت قدمی

فلسطینی عوام نے ثابت قدم رہنے، چیلنج کرنے اور اپنی زمین سے جڑے رہنے کی اپنی صلاحیت سے دنیا کو حیران کر دیا۔ دشمن کسی بھی فلسطینی سے کمزوری کا ایک لمحہ یا شکست کی ایک جھلک نکالنے میں ناکام رہا۔ درد اور زخموں کی شدت کے باوجود غزہ میں کوئی سفید جھنڈا نہیں لہرایا گیا۔ غزہ کی پٹی ایمان، صبر اور ثابت قدمی کا ایک عالمی مدرسہ بن گئی، جس نے قربانی اور بہادری کے منفرد نمونے پیش کیے اور پوری دنیا کو ایمان اور وقار کے معنی سے متاثر کیا۔

7۔ شمال کی طرف واپسی

دنیا فلسطینی عوام کے اپنی زمین سے چمٹے رہنے اور نقل مکانی کو مسترد کرنے کے عزم پر دنگ رہ گئی۔ ہم نے جنوری 2025ء کی جنگ بندی کے بعد چند دنوں کے اندر لاکھوں بے گھر افراد کو تباہ حال شمالی غزہ کی طرف واپس آتے ہوئے حیرت انگیز مناظر دیکھے، باوجود اس کے کہ وہاں بڑے پیمانے پر تباہی ہوئی تھی۔ پھر اکتوبر 2025 میں جنگ کے خاتمے کے اعلان کے بعد ہجوم ایک بار پھر اپنے مسمار شدہ گھروں اور علاقوں کی طرف لوٹ آیا۔ یہاں تک کہ دشمن نے اس چیز کو دوبارہ بمباری کا نشانہ بنایا جو پہلے ہی تباہ ہو چکی تھی۔ اس قوم نے ثابت کیا کہ وہ قربانیوں سے قطع نظر اپنی زمین سے وابستہ ہے۔

8۔ شہید قائدین

فلسطینی عوام نے مسجد اقصیٰ، بیت المقدس، فلسطین اور آزادی کے منصوبے کے دفاع میں اپنے سینئر اور اعلیٰ ترین قائدین کو بطورِ شہید پیش کیا۔ قائدین کے بہت سے بچوں، پوتوں / نواسوں اور ان کے درجنوں رشتہ داروں کو شہید کیا گیا، جو

حقیقی قیادت کے اس تصور کو مجسم کرتے ہیں جو اپنی قوم کے شانہ بشانہ صف اول میں کھڑی ہوتی ہے اور لڑتی ہے اور قربانی و ثابت قدمی کی اعلیٰ ترین مثال پیش کرتی ہے۔

9۔ میدانِ جنگ میں مزاحمت کی کارکردگی

فلسطینی مزاحمت نے میدانِ جنگ میں غیر معمولی ذہانت اور مہارت کا مظاہرہ کیا اور غزہ کی پٹی کے چپے چپے پر دشمن کی افواج کو تھکا کر رکھ دیا۔ اس نے شہری اور آزادی کی جنگ میں ایک نیا عسکری مدرسہ قائم کیا ہے جسے آج دنیا بھر کے فوجی کالجوں میں پڑھایا جا سکتا ہے۔ امریکہ، برطانیہ اور جرمنی کی بڑے پیمانے پر حمایت کے باوجود، اسرائیلی فوج ایک محصور اور مزاحمت کرنے والی قوم پر فیصلہ کن فتح حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ ایک ایسی قوم جو ایک تنگ علاقے تک محدود تھی اور جسے اسلحہ و رسد سے محروم رکھا گیا تھا۔ بالآخر اسرائیل کو جنگ روکنے اور جنگ بندی پر رضامند ہونے پر مجبور ہونا پڑا۔

10۔ صہیونی ریاست کے نقصانات

اسرائیلی ریاست کو بھاری جانی و مالی نقصانات اٹھانے پڑے جنھیں اس نے چھپانے کی کوشش کی۔ فروری 2025ء میں نئے اسرائیلی فوجی سربراہ ایال زامیر نے 5,942 فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا، جب کہ طبی رپورٹس غزہ، لبنان اور مغربی کنارے میں تقریباً 13,000 اسرائیلی ہلاکتوں کی نشاندہی کرتی ہیں۔ بینک آف اسرائیل نے دو سالوں میں جنگی اخراجات کا تخمینہ تقریباً 100 ارب ڈالر لگایا، جب کہ سموٹریش نے 89.4 ارب ڈالر کا تخمینہ بتایا۔ جنوری 2025ء تک فوج تقریباً 2,850 ٹینک، بلڈوزر اور فوجی گاڑیاں کھو چکی تھی۔ رپورٹس میں ”طوفان الاقصیٰ“ آپریشن کے پہلے

دو مہینوں کے دوران 470,000 افراد کی واپسی کی ہجرت (Reverse Migration)، سرمایہ کاری کے فرار اور سیاحت سمیت بعض اقتصادی شعبوں میں جمود کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

11۔ غزہ کے معاشرے کا اتحاد

فلسطینی عوام نے غزہ کے اندر متبادل یا گٹھ جوڑ کرنے والے ادارے بنانے کی دشمن کی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ فلسطینی قبائل اور خاندانوں کی بیداری کی بدولت، غزہ کا معاشرہ دراندازی یا تقسیم کے خلاف ایک ناقابلِ تسخیر دیوار بنا رہا، جس نے تاریک ترین حالات میں بھی ایک نایاب ہم آہنگی کا ثبوت دیا۔

12۔ سویلین ہیروز

ڈاکٹر، پیرامیڈیکس، صحافی، سول ڈیفنس کا عملہ اور پولیس افسران اس معرکے کے مرکز میں تھے، جو جانیں بچانے اور جرائم کو دستاویزی شکل دینے کے لیے اپنی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ انہوں نے عظیم قربانیاں دیں اور تاریخ کے مشکل ترین لمحات میں سچ کی حفاظت اور اپنے عوام کی خدمت کے لیے اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا۔

13۔ مزاحمتی قوتوں کی حمایت

امتِ مسلمہ کی مزاحمتی قوتوں نے فوجی اور سیاسی طور پر غزہ کی حمایت میں براہِ راست کردار ادا کیا، اسرائیلی ریاست کے خلاف مؤثر حملے کیے اور بڑی قربانیاں دیں، جس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ جنگ صرف فلسطینیوں کی نہیں بل کہ پوری امت کی ہے۔

14۔امریکی کردار

امریکی انتظامیہ غزہ پر جنگ میں اسرائیلی قبضے کی مکمل شراکت دار رہی۔ اس نے اسرائیل کو ہر وہ تباہ کن ہتھیار فراہم کیا جس کی اسے ضرورت تھی (90,000 ٹن سے زیادہ اسلحہ)، اس کی جارحیت کے لیے سیاسی اور میڈیا کوریج فراہم کی، جنگ روکنے کے لیے کیے جانے والے بین الاقوامی فیصلوں اور اقدامات میں رکاوٹ ڈالی، اور چھ بار "ویٹو" کا استعمال کیا تاکہ غاصب ریاست اپنا قتلِ عام، بنیادی ڈھانچے کی تباہی، بے دخلی اور فاقہ کشی کی کارروائیاں جاری رکھ سکے۔ مجموعی طور پر اقوامِ متحدہ کے قیام سے اب تک امریکی انتظامیہ 93 بار ویٹو کا حق استعمال کر چکی ہے، جن میں سے 51 بار یہ "اسرائیل" کے حق میں اور فلسطین میں انصاف کے حصول میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے کیا گیا۔ "اسرائیل" عرب اور اسلامی خطے میں امریکی پالیسی کا سنگِ بنیاد رہا ہے اور امریکی انتظامیہ اکثر اسرائیل کو قانون سے بالاتر ریاست کے طور پر برقرار رکھنے کے لیے پوری دنیا اور بین الاقوامی برادری کے مجموعی ارادے کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہی ہے۔

05

باب پنجم:

جنگ روکنے کے لیے حماس کی کوششیں اور ٹرمپ منصوبہ

1۔ جارحیت کو روکنے کے لیے حماس کی تگ و دو

جارحیت کے پہلے ہی دن سے "اسلامی تحریک مزاحمت حماس" نے دیگر مزاحمتی دھڑوں کے ساتھ مل کر اور ثالثوں کے تعاون سے مسلسل کوششیں کیں تاکہ اسرائیلی ریاست کی جانب سے بچوں اور نہتے شہریوں کے قتل عام کو روکا جا سکے اور غزہ کی پٹی میں زندگی کے تمام شعبوں کی منظم تباہی کا سدِباب کیا جا سکے۔

2۔ تجاویز پر عملدرآمد میں ذمہ دارانہ مؤقف

مزاحمتی تحریک نے جنگ بندی سے متعلق تمام اقدامات اور تجاویز کو اعلیٰ قومی ذمہ داری کے ساتھ نمٹایا۔ یہ مؤقف فلسطینی عوام کے مفادات کے تحفظ، مزید خون ریزی کو روکنے اور انسانی مصائب کے خاتمے

کے عزم پر مبنی تھا۔ تحریک نے فلسطینی عوام کی استقامت کی حمایت کے لیے اپنے تمام سیاسی تعلقات کو متحرک کیا۔ تاہم یہ مثبت رویہ نیتن یاہو اور ان کی انتہا پسند حکومت کی پالیسی سے ٹکرا گیا، جس نے جنگ کے خاتمے کی ہر کوشش کو مسترد کر دیا اور غزہ پر قبضے، مغربی کنارے کے الحاق اور فلسطینیوں کو ان کی سرزمین سے بے دخل کرنے کے منصوبے مسلط کرنے کی کوشش کی۔

3۔ نیتن یاہو کا ایجنڈا اور مذاکراتی عمل میں تاخیر

نیتن یاہو کے سیاسی ایجنڈے۔ بشمول 7 اکتوبر کی عبرتناک ناکامی کی ذمہ داری سے بچنے، بدعنوانی کے مقدمات سے فرار، مزاحمت پر فتح کا خواب اور اپنی حکومت کی مدت بڑھانے کے لیے جنگ کو طول دینے کی کوششیں تمام جنگ بندی کی تجاویز کو مسترد کرنے کی بنیادی وجہ بنے۔ یہاں تک کہ ان تجاویز کو بھی مسترد کر دیا گیا جنہیں تحریک نے بغیر کسی تحفظ کے تسلیم کر لیا تھا، جیسا کہ امریکی مندوب اسٹیو وِٹکوف کے پیش کردہ پہلے کاغذ کے ساتھ ہوا۔ یہ پوری دنیا پر ثابت ہو چکا ہے کہ نیتن یاہو ہی تمام تجاویز اور مذاکرات کی راہ میں واحد رکاوٹ ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انہوں نے اس تجویز کو بھی مسترد کر دیا جو انہوں نے خود پہلے پیش کی تھی!

4۔ جنگ بندی کے معاہدے کی خلاف ورزی

جنوری 2025ء میں ایک جنگ بندی کا معاہدہ طے پایا تھا، لیکن نیتن یاہو صرف 58 دنوں کے بعد اس سے منحرف ہو گئے، جس سے ان کے اس ارادے کی تصدیق ہو گئی کہ وہ جنگ ختم کرنے والے کسی بھی سمجھوتے کو سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں۔

5۔ پیچیدہ مذاکرات اور سیاسی ثابت قدمی

مذاکرات انتہائی مشکل، پیچیدہ اور کثیر الجہتی تھے۔ حماس کو شدید دباؤ اور صہیونی چال بازیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ تاہم اپنے عوام کی دی گئی بھاری قیمت اور شہداء کے خون کے سامنے وابستگی نے اس بات کا تقاضا کیا کہ بہترین شرائط حاصل کرنے کے لیے انتہائی حکمت، بیداری اور عزم کے ساتھ ثابت قدم رہا جائے۔ دشمن غزہ میں فلسطینی وجود کو ختم کرنا اور مزاحمت کو مکمل کچلنا چاہتا تھا۔ اس کے باوجود، جنگ بندی کا حصول ہمارے عوام کی استقامت اور عظیم قربانیوں کا براہ راست ثمر تھا۔

6۔ جنگ ختم کرنے کے لیے ٹرمپ کا منصوبہ

دوحہ میں مذاکراتی وفد کو نشانہ بنانے کے قابض فوج کے جرم کے باوجود (جو ایک ثالث ملک کے قلب میں مذاکراتی وفد کو قتل کرنے کی کوشش کے ذریعے تمام انسانی اصولوں کی بے مثال خلاف ورزی تھی)، تحریک نے تل ابیب کے جنگی مجرموں کی نسل کشی کو روکنے کی کوششیں جاری رکھیں۔ ستمبر 2025ء کے آخر میں امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے منصوبے کو مکمل ذمہ داری اور سنجیدگی کے ساتھ لیا گیا۔

تحریک نے ایک جواب پیش کیا جس میں منصوبے کی ان دفعات کا خیر مقدم کیا گیا جو جنگ بندی، جبری بے دخلی روکنے، قابض افواج کے مکمل اور بتدریج انخلاء، غزہ میں ضروریات زندگی کی فراہمی، تعمیر نو کے سامان کی ترسیل، اور قیدیوں کے تبادلے (زندہ قیدیوں اور میتوں کے لیے) سے متعلق تھیں۔

تحریک نے اس بات پر بھی اتفاق کیا کہ غزہ کا انتظام ایک فلسطینی

انتظامی ادارے (ٹیکنو کریٹ حکومت) کے پاس ہونا چاہیے جسے قومی سطح پر قبولیت اور عرب و عالمی حمایت حاصل ہو۔ جہاں تک قومی نوعیت کے دیگر تمام مسائل کا تعلق ہے، انہیں داخلی فلسطینی بات چیت کے لیے چھوڑ دیا گیا تاکہ اتفاقِ رائے پیدا کیا جا سکے۔ جو کہ فلسطینی عوام کے اعلیٰ مفادات اور اپنے آزاد قومی فیصلوں پر کسی بیرونی سرپرستی یا ڈکٹیشن کے انکار پر مبنی ہو۔ تحریک نے واضح کیا کہ وہ قابض دشمن کو مذاکرات کے ذریعے وہ کچھ حاصل نہیں کرنے دے گی جو وہ طاقت اور نسل کشی کے ذریعے حاصل کرنے میں ناکام رہا۔

7۔ حتمی معاہدہ

دو سال کی بے مثال اور افسانوی استقامت کے بعد، تحریک مزاحمت اکتوبر 2025ء کے اوائل میں جارحیت کو ختم کرنے کے لیے جنگ بندی کے معاہدے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس معاہدے میں درج ذیل نکات شامل تھے:

- جنگ، جارحیت، نسل کشی اور فاقہ کشی کا خاتمہ۔
- غزہ کی پٹی سے قابض افواج کا مرحلہ وار انخلاء، یہاں تک کہ مکمل طور پر انخلاء مکمل ہو جائے۔
- بڑے پیمانے پر نقل مکانی کو روکنا اور ایک نئی "نکبہ" پیدا کرنے کی کسی بھی کوشش کو ناکام بنانا۔
- ایک باوقار تبادلے کا معاہدہ جس کے تحت تقریباً 4,000 فلسطینی قیدیوں کو رہا کیا گیا، جن میں عمر قید کاٹنے والے 486 اور طویل المدتی سزا پانے والے 319 قیدی شامل تھے۔

- غزہ کی پٹی کا محاصرہ ختم کرنا، امداد اور انسانی ضروریات کی فراہمی کی اجازت دینا تاکہ جامع تعمیرِ نو کا آغاز کیا جا سکے۔

قابض قوت نے اپنی جنگ کے ذریعے فلسطینی عوام کو بے دخل کرنے، غزہ کو خالی کرنے، فلسطینیوں کے عزم کو توڑنے، ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنے اور ملیشیاؤں اور انتشار کو پھیلانے کی کوشش کی۔ ایک ایسا مقصد جس میں وہ فلسطینی عوام کی ثابت قدمی اور طاقت کے عدم توازن کے باوجود مزاحمت کی صلاحیت کی بدولت ناکام رہی۔

باب ششم:

06 طوفانِ اقصیٰ کی نمایاں ترین کامیابیاں

دو سال کی مسلسل جنگ نے تمام سطحوں اور تمام جہتوں میں بڑی تبدیلیاں پیدا کی ہیں، جس نے ایک ایسا تزویراتی زلزلہ برپا کیا جس نے عالمی شعور کی دوبارہ تشکیل کی۔ طوفانِ اقصیٰ کی اہم ترین کامیابیوں میں شامل:

1۔ فلسطینی عوام کی ثابت قدمی

طوفانِ اقصیٰ نے ثابت کر دیا کہ فلسطینی عوام کو مغلوب کرنا اور مجبور کرنا ناممکن ہے، وہ نہ تو شکست جانتے ہیں اور نہ ہی ہتھیار ڈالنا قبول کرتے ہیں۔ قابض فوج کی بربریت اور دہشت گردی کے باوجود یہ لوگ اپنی سرزمین پر ڈٹے رہے اور ایک صدی سے زائد کے انقلابات اور انتفاضہ کے بعد یہ ثابت کر دیا کہ یہ ایسی قوم ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور جس کے مقصد کو مٹایا نہیں جا سکتا۔

2۔ مسئلہ فلسطین کی عالمی توجہ کے مرکز میں واپسی

فلسطین کی دنیا کے دل میں واپسی: مسئلہ فلسطین ایک بار پھر عالمی سیاسی اور میڈیا کا فوکس بن گیا۔ یہ اقوام متحدہ، یورپی اور امریکی گلیوں، انسانی حقوق کے پلیٹ فارمز اور یونیورسٹیوں میں لوٹ آیا۔ اب یہ صرف ’’سرحدوں‘‘ کا مسئلہ نہیں رہا بل کہ آزادی، انصاف، وقار اور انسانیت کا مقصد بن چکا ہے، اس سے پہلے اسے تقریباً فراموش کر دیا گیا تھا۔ حملے سے پہلے نیتن یاہو نے معمول سازی (نارملائزیشن) کے ٹریک کے ذریعے فلسطین کو اس کے عرب اور اسلامی گہرائی سے الگ کر کے اس مقصد کو مٹانے پر شرط لگائی تھی۔ تاہم دو سال کی ثابت قدمی اور لچک نے اسے دوبارہ آزادی،

انصاف اور انسانی وقار کے مقصد کے طور پر متعارف کرایا اور سب سے اہم بات یہ کہ یہ کوئی عارضی سیاسی "سرحدی تنازعہ" نہیں ہے۔

3۔ علاقائی اور بین الاقوامی تنہائی

اب کسی بھی حکومت یا ریاست کے لیے اسرائیل کے ساتھ "اخلاقی قیمت" ادا کیے بغیر تعلقات رکھنا ممکن نہیں رہا۔ نسل کشی نے معمول سازی کی زنجیر کو توڑ دیا اور عرب و اسلامی عوامی نفرت کی سطح کو انتہا تک پہنچا دیا۔ یہاں تک کہ مغرب میں اس کے اتحادیوں کو بھی بڑھتے ہوئے احتجاج کا سامنا ہے۔ اسرائیل کا دفاع کرنا اب ایک سیاسی، میڈیا اور اخلاقی بوجھ بن چکا ہے اور قابض ریاست کے روایتی اتحادیوں کو بھی اپنی ان عوام کے سامنے مشکل کا سامنا ہے جو اس کے جرائم پر غصے میں ہیں۔

4۔ قابض معاشرے کے گہرے سماجی اختلافات کا بے نقاب ہونا

ان افسانوی ستونوں میں سے ایک کے بعد ایک گرتے گئے جن پر قابض ریاست نے اپنا وجود قائم کیا تھا، فاشسٹ دائیں بازو اور شہری دھارے کے درمیان، مذہبی اور سیکولر کے درمیان بل کہ صہیونی معاشرے کے ڈھانچے میں گہرے اختلافات بے نقاب ہو گئے۔

5۔ اسرائیلی سکیورٹی نظریے کا زوال

طوفانِ اقصیٰ نے اسرائیل کے اس سکیورٹی نظریے کو ملیا میٹ کر دیا جو مزاحمت کو روکنے، قبل از وقت وارننگ اور جنگ کو دشمن کی زمین پر منتقل کرنے پر مبنی تھا۔ مزاحمت نے 7 اکتوبر کو دشمن کو حیران کر دیا، اس کی عقبی لائنوں کو توڑ دیا اور اسے اپنے سکیورٹی اور فوجی نظریے پر بنیادی نظر ثانی کرنے پر مجبور کر دیا۔

6۔ "مغربی اسرائیل" کے امیج کا خاتمہ

طوفانِ اقصیٰ نے اسرائیلی ریاست کو "مغربی تہذیب کے قلعے" سے بدل کر اپنے اتحادیوں کے لیے ایک اخلاقی اور سیاسی بوجھ بنا دیا ہے۔ "اسرائیل" کو اب مشرقِ وسطیٰ کی نام نہاد "واحد جمہوریت" کے طور پر نہیں، بل کہ کیمروں کے سامنے نسل کشی کرنے والی ریاست کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ غزہ میں لاشوں اور بچوں کے کٹے پھٹے اعضاء کی تصاویر اسرائیل کا "نیا چہرہ" بن چکی ہیں۔ عالمی عدالت انصاف اور بین الاقوامی فوجداری عدالت (ICC) میں اس کے خلاف مقدمات محض قانونی کارروائی نہیں بل کہ ایک تاریخی فردِ جرم بن چکے ہیں جو ہر عالمی فورم پر اس کا پیچھا کر رہے ہیں۔ مغربی عوامی رائے عامہ کے سامنے اس کا دفاع کرنا ایک شرمناک کام بن چکا ہے اور اس کے جرائم اور خون آلود تصاویر اس کی بین الاقوامی تنہائی کی علامت بن گئی ہیں۔

7۔ عالمی اجتماعی شعور کی بیداری

اس جنگ اور اس کے نتائج نے قائم کردہ تصورات کو نئے سرے سے بیان کیا ہے۔ لاکھوں لوگوں نے غزہ کے لیے مارچ کیا اور یہ ثابت کیا کہ فلسطین تنہا نہیں ہے۔ دنیا اب نسل کشی کو "تنازع" یا قبضے کو "سیلف ڈیفنس" ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ "نسل کشی"، "استعمار" اور "جنگی جرائم" جیسے الفاظ اقوام متحدہ

اور مغربی پارلیمانوں کے مباحثوں کا حصہ بن چکے ہیں، جس سے فلسطین ایک نیا عالمی اخلاقی معیار بن گیا ہے۔ فلسطینی کاز انسانی ضمیر کا پیمانہ بن چکا ہے۔

8۔ ”محفوظ پناہ گاہ“ کے وہم کا خاتمہ

طوفانِ اقصیٰ نے مقبوضہ فلسطین میں یہودیوں کے لیے نام نہاد ”محفوظ پناہ گاہ“ کے تصور کو ہلا کر رکھ دیا اور یہ دکھا دیا کہ اسرائیلی ریاست فلسطینی عوام کو مغلوب کرنے میں ناکام ہے۔ الٹی ہجرت (اسرائیل چھوڑ کر جانے) میں اضافہ ہوا اور صہیونی آبادکاروں میں بے چینی پھیل گئی۔ اخبار ”ہارتز“ (12 مئی 2025ء) کے ایک سروے کے مطابق 40 فیصد صہیونی اسرائیل چھوڑنے پر غور کر رہے تھے۔ فاشسٹ دائیں بازو اور سول طبقوں کے درمیان اور مذہبی و سیکولر، نیز سفاردی اور اشکنازی یہودیوں کے درمیان داخلی تقسیم گہری ہو گئی ہے، جس نے صہیونی قیادت پر اعتماد کو متزلزل کر دیا اور معاشرے کو ایک گہرے بحران میں دھکیل دیا ہے۔

9۔ میدانی اور انسانی کامیابیاں

جنگ بندی کے منصوبے کے پہلے مرحلے کے نفاذ اور قیدیوں کے تبادلے کے معاہدوں کے ساتھ، قابض دشمن کی جیلوں سے تقریباً 4,000 فلسطینی

قیدی رہا کیے گئے، جن میں 486 عمر قید اور 319 طویل المدت سزا پانے والے قیدی شامل تھے۔ یہ ایک سنگ میل کی حیثیت رکھنے والی کامیابی اور آزادی کے حق کی شاندار وصولی ہے۔

10۔ نارملائزیشن (تعلقات کی بحالی) کے راستے میں رکاوٹ

طوفانِ اقصیٰ نے خطے کی اقوام اور عوام کے سامنے صہیونی ریاست کی اصل حقیقت ایک حقیقی اور منڈلاتے ہوئے خطرے کے طور پر ظاہر کر دی ہے، نہ کہ امن اور بقائے باہمی کے شراکت دار کے طور پر۔ اس نے واضح کر دیا کہ غاصب دشمن دراصل کیا چاہتا ہے، خطے کو مغلوب کرنا اور اسے صہیونی تسلط کے سامنے جھکنے پر مجبور کرنا۔ طوفانِ اقصیٰ نے نارملائزیشن کے خیالی منصوبوں کو کاری ضرب لگائی، عوام کو قبضے کے خلاف مزاحمت کے ان کے فطری مؤقف پر واپس لایا اور اسرائیلی ریاست کے خلاف عوامی دشمنی کے جذبے کو تازہ کر دیا۔ فلسطین ایک بار پھر امتِ مسلمہ کے اتحاد اور اجتماعی شعور کا محور بن گیا ہے۔

11۔ امتِ مسلمہ کی روح کی بیداری

طوفانِ اقصیٰ نے پوری امتِ مسلمہ میں امید اور ولولے کی روح پھونک دی اور یہ ثابت کر دیا کہ جب بھی قومیں جذبۂ مزاحمت، کلچرِ شہادت اور اپنے مقصد کی سچائی پر ایمان رکھتی ہوں، تو ترقی، عزت اور وقار کا حصول ممکن ہے۔

12۔ تہذیبی اسلام کے ماڈل کی مضبوطی

طوفانِ اقصیٰ نے تحریک مزاحمت حماس کے اپنائے ہوئے معتدل تہذیبی اسلامی ماڈل کو تقویت دی، جو ایمان، آزادی، انصاف اور انسانی وقار کو صہیونی انتہا پسندی اور مغربی نسل پرستی کے مقابلے میں یکجا کرتا ہے۔

13۔ صہیونی بیانیے کی شکست

طوفانِ اقصیٰ نے اسرائیلی صہیونی بیانیے کو گرا دیا اور دنیا پر قبضے کا حقیقی اور

وحشیانہ چہرہ عیاں کر دیا، جس سے وہ بے مثال تنہائی کا شکار ہو کر ہر سطح پر اچھوت بن گیا۔ ”جمہوریت کا نخلستان“، ”اپنے دفاع کا حق“، ”دنیا کی سب سے اخلاقی فوج“ ہونے کے دعوے اور عالمی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے ”ہولوکاسٹ“ کا استعمال اب قبضے اور اس کے قتلِ عام کا جواز نہیں بن سکتے۔ غزہ میں ذبح شدہ بچوں، قتلِ عام اور وسیع پیمانے پر تباہی کی تصاویر عالمی شعور میں اسرائیل کا نیا چہرہ بن گئی ہیں۔ مظلوم بننے کا اس کا نقاب ہمیشہ کے لیے اتر گیا ہے، اب فلسطینی بیانیہ غالب ہے اور عالمی انسانی ضمیر بیدار ہونا شروع ہو گیا ہے۔

14۔ فلسطینی بیانیے کا عالمی عروج

”طوفان الاقصیٰ“ نے عالمی اور انسانی فریم ورک میں فلسطینی بیانیے کو مضبوط کیا۔ ہماری مزاحمت نے آگاہی اور ہمدردی کی جنگ جیت لی، خاص طور پر دنیا بھر کے کروڑوں نوجوانوں کے درمیان جو شاید طوفان الاقصیٰ، مزاحمت کی بہادری اور فلسطینی عوام کی استقامت کے بغیر کبھی فلسطینی کاز سے واقف نہ ہو پاتے۔ نسل کشی، آبادکار استعمار اور جنگی جرائم جیسی اصطلاحات فلسطینی مسئلے پر بات کرتے ہوئے عالمی سطح پر بھرپور طریقے سے شامل ہوئیں، جس نے فلسطین کو انصاف، آزادی اور انسانی حقوق کی اقدار سے وابستگی کے لیے ایک نیا اخلاقی معیار بنا دیا ہے۔

15۔ بائیکاٹ کی بڑھتی ہوئی مہمات

اسرائیلی وجود اور اس کی حامی کمپنیوں کے خلاف معاشی، تعلیمی اور ثقافتی بائیکاٹ کی مہمات عالمی سطح پر پھیل گئیں اور جدید تاریخ کی بے مثال سطح تک پہنچ گئیں۔

16۔ بین الاقوامی قانونی کارروائی

جنوبی افریقہ کی جانب سے دائر کیے گئے کیس میں اسرائیلی ریاست کو نسل کشی کے الزامات پر عالمی عدالت انصاف (ICJ) میں طلب کرنا ان جرائم کی بربریت کی تصدیق کرتا ہے جو غاصبانہ قبضے نے فلسطینی عوام کے خلاف کیے ہیں۔ اس کیس میں بہت سے ممالک (نکاراگوا، کولمبیا، لیبیا، میکسیکو، سپین، ترکیہ، چلی، مالدیپ، بولیویا، آئرلینڈ، کیوبا، بیلیز وغیرہ) کا شامل ہونا اسرائیلی جرائم پر عالمی غصے کی عکاسی کرتا ہے۔ ''اسرائیل'' کی جانب سے عدالت کے احکامات کی توہین اور نظر اندازی اس متکبرانہ اسرائیلی ذہنیت کی نشاندہی کرتی ہے جو خود کو قانون اور احتساب سے بالاتر سمجھتی ہے۔

17۔ بین الاقوامی گرفتاری کے وارنٹ

بین الاقوامی فوجداری عدالت (ICC) کی جانب سے اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو اور سابق وزیر دفاع گیلنٹ کے بطور جنگی مجرم گرفتاری کے وارنٹ اور ان کی طلبی، فلسطینی عوام کے خلاف کیے گئے جرائم میں اسرائیلی قیادت (اور پورے اسرائیلی سیاسی نظام) کی ذمہ داری کا ایک اہم اشارہ ہے۔

18۔ ریاست فلسطین کی بڑھتی ہوئی بین الاقوامی تسلیم پذیری

اسرائیلی وجود کو علاقائی اور بین الاقوامی استحکام کے لیے خطرہ سمجھنے والے سرکاری مؤقف میں اضافہ ہوا اور یہ دوگنا ہو گئے، جس نے اس کی بربریت کو انسانیت پر ایک بدنما داغ کے طور پر بے نقاب کر دیا۔ بہت سے ممالک نے مختلف طریقوں سے سفارتی، سیاسی، معاشی اور قانونی طور پر اس کا اظہار کیا، یہاں تک کہ کچھ ممالک نے اسرائیلی وجود سے تعلقات منقطع

کر لیے یا فلسطین کو آزاد کرانے کے لیے فوجیں بھیجنے کا مطالبہ کیا (جیسا کہ کولمبیا نے کیا)۔ ریاست فلسطین کو تسلیم کرنے کی ایک عالمی لہر بھی چلی، جس میں خاص طور پر بڑے یورپی ممالک شامل تھے۔ طوفان الاقصیٰ کے دوران درج ذیل ممالک فلسطین کو تسلیم کرنے والی فہرست میں شامل ہوئے۔ سپین، آئرلینڈ، ناروے، سلووینیا، برطانیہ، فرانس، کینیڈا، آسٹریلیا، پرتگال، بیلجیم، لکسمبرگ، مالٹا، موناکو، میکسیکو، بارباڈوس، جمیکا، ٹرینیڈاڈ اور ٹوباگو، بہاماس۔ اس طرح ریاست فلسطین کو سرکاری طور پر تسلیم کرنے والے ممالک کی تعداد کم از کم 156 ہو گئی ہے۔

19۔ عرب اور اسلامی عوام کا بے مثال رد عمل

غزہ پر نسل کش جنگ نے عرب اور اسلامی عوام کی بے مثال متحرکیت دیکھی۔ اس کا مظاہرہ مارچوں اور مظاہروں کی پے در پے لہروں کی صورت میں ہوا جو عرب اور اسلامی دارالحکومتوں اور چوراہوں میں پھیل گئیں، جنہوں نے نسل کشی کی مذمت کی اور ہمارے محصور عوام کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا۔ فیصلہ کن سرکاری اقدامات کے مطالبات بلند ہوئے، جن میں سر فہرست جارحیت کو روکنے کے لیے دباؤ، اسرائیلی سفیروں کی بے دخلی، تعلقات کا خاتمہ اور اسرائیلی وجود کے ساتھ ہر طرح کی نارملائزیشن (تعلقات کی بحالی) پر نظر ثانی شامل تھی۔ عوامی تحریک کے ساتھ ساتھ، مالی، خیراتی اور امدادی مدد میں نمایاں اور بے مثال کوششیں سامنے آئیں جن میں بڑے پیمانے پر عطیات کی مہمات اور خوراک، ادویات اور پناہ گاہوں کے سامان (بشمول خیمے) کے قافلے بھیجے گئے۔ مزید برآں، محاصرہ توڑنے کے لیے شہری اور انسانی بنیادوں پر اقدامات سامنے آئے، جن میں "فریڈم فلوٹیلا" کی روانگی اور غزہ تک امداد پہنچانے کی کوششیں شامل تھیں۔ یہ متحد جذبات،

ضمیر اور مظلوم کے ساتھ کھڑے ہونے کے عرب و اسلامی عوام کے عزم کا زندہ اظہار تھا۔

20۔ عالمی رائے عامہ میں تبدیلی

فلسطین کے حق میں دسیوں ہزار مظاہرے اور مارچ، جن میں سے کئی لاکھوں کی تعداد میں تھے، پوری دنیا میں پھیل گئے۔ صرف یورپ میں دو سالوں میں 45,000 سے زیادہ مظاہرے ہوئے اور امریکہ میں طوفان الاقصیٰ کے پہلے نو مہینوں میں تقریباً 12,400 مظاہرے دیکھے گئے، اس کے علاوہ لاطینی امریکہ، افریقہ، آسٹریلیا اور ایشیا میں ہزاروں مظاہرے ہوئے۔ عالمی رائے عامہ اب نسل کشی کو محض ایک "تنازع" یا قبضے اور استعمار کو "دفاعِ خود" کے طور پر قبول کرنے کو تیار نہیں ہے۔ اس اسرائیلی نسل کشی نے مغربی جمہوریتوں کی منافقت کو بے نقاب کر دیا ہے جو اسرائیلی قبضے کی حمایت کرتی ہیں اور ان کے جھوٹے اقدار کے نظام میں شکوک و شبہات کے دائرے کو وسیع کر دیا ہے۔

رائے عامہ کے جائزوں نے فلسطینی کاز اور اس کی مزاحمت کے لیے عوامی حمایت میں بڑی تبدیلی اور اسرائیلی وجود کے بارے میں منفی تاثر دکھایا۔ ان ممالک میں "اسرائیل" کے بارے میں منفی نظریہ رکھنے والوں کی شرح 70 فیصد سے تجاوز کر گئی ہے جو کبھی اس کی حمایت کے گڑھ سمجھے جاتے تھے (جیسے نیدرلینڈز، سپین، سویڈن اور یونان)، اٹلی، برطانیہ، جرمنی، فرانس، پولینڈ اور کینیڈا میں 60 فیصد سے تجاوز کر گئی اور یہاں تک کہ امریکہ میں 53 فیصد تک پہنچ گئی (پیو ریسرچ سینٹر پول، 3 جون 2025ء)۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ہارورڈ یونیورسٹی کے تعاون سے کیے گئے ہیریس پول (نتائج اگست 2025ء کے آخر میں شائع ہوئے) نے ظاہر کیا کہ امریکہ میں 18 سے 24 سال کی عمر کے 60 فیصد نوجوان (جنریشن زیڈ) "اسرائیل" کے خلاف حماس کی

حمایت کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ صہیونیوں کے زبردست میڈیا اثر ورسوخ اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر فلسطینی مواد کو دبانے کی کوششوں کے باوجود ہوا۔ یہ جیت صرف ہمارے عوام کی نہیں تھی، یہ پوری انسانیت کی اور ہر اس آزاد انسان کی جیت تھی جس نے ہمارے دکھ میں شرکت کی اور صہیونی جارحیت کے خلاف غزہ کے ساتھ یکجہتی کی۔ یہ ان ممالک اور اداروں کے مؤقف کو بھی درست ثابت کرتی ہے جنہوں نے عالمی فورمز پر ہمارے حق کی حمایت کی، جن میں سرفہرست جنوبی افریقہ ہے، اور یہ صہیونی وجود کو بے نقاب کرنے اور اس کی بڑھتی ہوئی عالمی تنہائی کو مضبوط کرنے میں کردار ادا کرے گی۔

07

باب ہفتم:

حماس کو تنہا نہیں کیا جا سکتا

1۔ فلسطینی قومی ڈھانچے میں پیوست ایک تحریک

حماس تحریک فلسطینی معاشرے کا ایک لازمی اور گہرا جزو ہے جو اس کے قومی اور سیاسی ڈھانچے کا ایک بنیادی ستون ہے۔ 1987ء میں اپنے قیام کے بعد سے، اس نے عوامی نمائندگی کی قیادت کے لیے تحریک فتح (Fatah) کا مقابلہ کیا ہے اور 1993ء میں فتح کی جانب سے سیاسی تصفیے اور اوسلو معاہدے کا راستہ منتخب کرنے کے بعد مزاحمتی کیمپ کی قیادت سنبھالی۔

پچھلے 38 سالوں کے دوران اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے اور پسماندہ کرنے کی تمام تر کوششوں کے باوجود، حماس کی موجودگی مزید مضبوط اور اس کی ساکھ میں اضافہ ہوا ہے۔ اس کے رہنماؤں کو نشانہ بنانے والی شہادتوں اور قربانیوں نے اس کی استقامت کو بڑھایا اور فلسطینی، عرب، اسلامی اور عالمی سطح پر اسے وسیع عوامی حمایت فراہم کی۔ یہ ایک معتدل اور درمیانہ روی پر مبنی اسلامی نقطہ نظر کی نمائندگی کرتی ہے جو فلسطینی قومی اصولوں پر سختی سے کاربند ہے، اپنی مزاحمت کا رخ صرف قبضے (اسرائیل) کی طرف رکھتی ہے اور قومی شراکت داری اور آزادانہ انتخابات یا قومی اتفاق رائے کے ذریعے عوامی مرضی کی طرف رجوع کرنے پر یقین رکھتی ہے۔

2۔ انتخابی اور آئینی قانونی حیثیت

حماس نے جنوری 2006ء میں فلسطینی قانون ساز کونسل کے انتخابات میں بھاری اکثریت حاصل کی، یہ وہ واحد انتخابات تھے جن میں تمام فلسطینی دھڑوں نے حصہ لیا تھا۔ اس طرح غزہ کی پٹی پر اس کی حکمرانی عوامی مرضی اور مکمل آئینی جواز کے ساتھ آئی۔ تقسیم کے باوجود حماس نے قانون ساز کونسل میں اپنی اکثریت برقرار رکھی ہے جو اسے غزہ اور مغربی کنارے دونوں میں حکومت بنانے کا آئینی حق دیتی ہے۔ اس کے علاوہ رام اللہ میں فلسطینی اتھارٹی کے ساتھ عدم تعاون کے باوجود غزہ میں حکومتی اداروں نے نسبتاً کارکردگی اور استحکام کے ساتھ اپنا کام جاری رکھا ہے، کیوں کہ حماس فلسطینی قومی ڈھانچے کا ایک قدرتی حصہ ہے۔

3۔ مزاحمت کا مستقل عوامی انتخاب

"طوفان الاقصیٰ" کے دو سالوں کے دوران کیے گئے فلسطینی رائے عامہ کے جائزے اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ مزاحمت کا انتخاب فلسطینی عوام کے شعور کا بنیادی محرک ہے۔ بمباری، قتل عام اور محاصرے کی شدت کے باوجود حماس عوامی منظر نامے کی قیادت کرتی رہی۔ مئی 2025ء میں "فلسطین سنٹر فار پالیسی اینڈ سروے ریسرچ" کے ایک سروے کے مطابق 77 فیصد فلسطینی جنگ روکنے کے بدلے حماس کو غیر مسلح کرنے کی تجویز کو مسترد کرتے ہیں۔

حماس کی کارکردگی پر اطمینان کی سطح 57 فیصد رہی، جب کہ اس کے مقابلے میں رام اللہ اتھارٹی کی کارکردگی پر 23 فیصد اور محمود عباس کی کارکردگی پر صرف 15 فیصد اطمینان کا اظہار کیا گیا۔ انتخابات کی صورت میں سروے بتاتا ہے کہ 68 فیصد افراد حماس کے امیدوار کو ووٹ دیں گے، جب کہ 25 فیصد فتح کے امیدوار کو ووٹ دیں گے۔ قانون ساز کونسل میں حماس کی لسٹ 43 فیصد نشستیں حاصل کرے گی جبکہ فتح کو 28 فیصد ملیں گی، یہ تناسب تقریباً 2006ء کی جیت کے برابر ہے۔ یہ

نتائج ثابت کرتے ہیں کہ عوام کی جانب سے مزاحمت کو چھوڑنے یا حماس کی حمایت سے پیچھے ہٹنے کی امید لگانا ایک مکمل طور پر ہارا ہوا جوا ہے۔

4۔ حماس کی تنہائی ایک سیاسی وہم ہے

مسئلے کی اصل جڑ اسرائیلی قبضہ ہے اور حل کی بنیاد اس قبضے کا خاتمہ اور فلسطینی عوام کو ان کے قومی حقوق کے حصول کے قابل بنانا ہے۔ حل ایسی شرائط کے ذریعے حاصل نہیں کیا جا سکتا جو قبضے کو تحفظ اور بقا کی ضمانت دیں، بالکل اسی طرح جیسے مظلوم کو سزا اور ظالم کو انعام نہیں دیا جا سکتا۔

حماس کو الگ تھلگ کرنے کی کوششیں اقوام کے مسلح مزاحمت کے حق اور اپنے نمائندوں کو آزادانہ طور پر منتخب کرنے کے حق کے منافی ہیں۔ یہ ان سیاسی اصولوں کے بھی خلاف ہے جو ریاستوں کو مزاحمتی قوتوں کے ساتھ مذاکرات کرنے کا پابند کرتے ہیں، نہ کہ انہیں خارج کرنے کا۔ لہٰذا، عوامی نمائندگی اور سیاسی فیصلہ سازی میں حماس کی شرکت ایک موروثی حق ہے جو کسی بیرونی سرپرستی کو قبول نہیں کرتا اور فلسطینی عوام کی مرضی پر کوئی بیرونی متبادل مسلط نہیں کیا جا سکتا۔

باب ہشتم:

08

موجودہ مرحلے کی ترجیحات

آج فلسطین اور غزہ کو ایک جامع قومی وژن کی ضرورت ہے جو عزت، وقار اور خودمختاری کے ساتھ زندگی کی تعمیرِ نو کرے۔ جس مستقبل کے ہم خواہاں ہیں اس کا آغاز اس شعور سے ہوتا ہے کہ جو کچھ میدانِ جنگ میں حاصل کیا گیا اسے سیاست، معاشرت اور انتظامی امور میں مکمل کیا جانا چاہیے، تاکہ فلسطینی عوام کی قربانیاں تعمیر و ترقی، خوشحالی اور آزادی کی صورت میں رنگ لا سکیں۔

1۔ مکمل انخلاء اور تعمیرِ نو کا حصول

- غزہ کی پٹی سے دشمن کے مکمل انخلاء کو یقینی بنانا۔
- قابض دشمن کی جیلوں سے تمام اسیران کی رہائی کو یقینی بنانا۔
- محاصرے کا خاتمہ، غزہ کی تمام ضروریات کی بلا روک ٹوک فراہمی، اور تمام گزرگاہوں کو کھولنا۔
- تعمیرِ نو کے ایک جامع اور مؤثر عمل کا آغاز، غزہ کی پٹی کے لیے تمام ضروری مدد کی فراہمی اور غزہ میں ہمارے لوگوں کے لیے پناہ گاہ، خوراک، پانی اور ادویات کی فراہمی کے ہنگامی امدادی پروگراموں کا نفاذ۔

2۔ غزہ کی پٹی کا آزاد قومی انتظام

غزہ کی پٹی کا انتظام سنبھالنا خالصتاً ایک فلسطینی معاملہ ہے جسے قومی دھڑے کسی بھی جز کو نکالے بغیر حل کریں گے اور اس میں ہمارے آزاد فلسطینی قومی فیصلے پر اصرار شامل ہے۔ ہمارے فلسطینی عوام مہارت اور قابلیت کے لحاظ سے دنیا کے امیر ترین لوگوں میں سے ہیں اور اپنے معاملات خود چلانے کے تمام ذرائع رکھتے ہیں۔ کسی بھی فریق کی جانب سے ان پر سیاسی سرپرستی مسلط کرنے کی کوششوں کو مسترد کیا جاتا ہے اور اسے قبضے کی ہی ایک شکل تصور کیا جائے گا۔ غزہ کے مستقبل کا فیصلہ صرف ایک آزاد فلسطینی مرضی اور ہمارے عوام کے تمام طبقات کی اجتماعی شرکت سے ہی کیا جا سکتا ہے، جو کسی بھی قسم کی بیرونی سرپرستی سے پاک ہو۔

3۔ بیت المقدس، مسجدِ اقصیٰ اور مغربی کنارے کا تحفظ

قابض دشمن کی جانب سے ہمارے عوام پر مسلط کردہ بڑھتے ہوئے خطرات اور وجودی چیلنجوں کا مقابلہ کرنا بشمول بیت المقدس کو یہودی رنگ دینے کے منظم منصوبے، مبارک مسجدِ اقصیٰ پر زمانی و مکانی تقسیم مسلط کرنے اور اس کی شناخت و علامات کو تبدیل کرنے کی کوششیں اور ساتھ ہی مغربی کنارے میں الحاق کی جنونی کوششوں، بستیوں کی توسیع، گھروں کی مسماری اور جبری بے دخلی کا سامنا کرنا۔ ان اقدامات کا مقصد زمین کو اس کے لوگوں سے خالی کروانا اور نئے استعماری حقائق مسلط کرنا ہے، جس کے لیے متحد کوششوں کی ضرورت ہے تاکہ ہماری عوام کی استقامت کو مضبوط کیا جا سکے اور بیت المقدس، مسجدِ اقصیٰ اور مغربی کنارے میں ان کے قومی حقوق اور اصولوں کا تحفظ کیا جا سکے۔

4۔ فلسطینی اندرونی گھرانے کی ترتیبِ نو

فلسطینی گھرانے کی ترتیبِ نو اور فلسطینی قومی اصولوں اور اعلیٰ مفادات کی بنیاد پر "تنظیم آزادیِ فلسطین" (PLO) کی تشکیلِ نو کرنا، اس کے اداروں کو فعال بنانا تاکہ تمام فلسطینی دھڑے اس میں شامل ہوں اور قومی اتفاقِ رائے کے فریم ورک کے اندر اندرون و بیرونِ ملک فلسطینیوں کے لیے آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کی تیاری کرنا۔ اس سے آزادی اور واپسی کے منصوبے میں فلسطینی عوام کی صلاحیتوں اور قوتوں کو دوبارہ متحرک ہونا چاہیے۔ مزاحمت کے آپشن کے گرد قومی اتحاد کو فروغ دینا قبضے کے ان تمام منصوبوں کو ناکام بنا دے گا جن کا مقصد مسئلہ فلسطین کو ختم کرنا ہے۔

5۔ عرب، اسلامی اور عالمی انسانی گہرائی

عرب اور اسلامی امت کے ساتھ تعلقات کو مضبوط بنانا اور مسئلہ فلسطین کی حمایت کے لیے عالمی انسانی پہلو کو فعال کرنا۔ دنیا بھر کے ان آزاد لوگوں کے ساتھ رابطے اور مشغولیت کی کوششیں جاری رکھنا جو غزہ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور انہیں ترغیب دینا کہ وہ قبضے کے خاتمے تک اس کے خلاف عالمی تحریک کو برقرار رکھیں۔

6۔ نارملائزیشن (تعلقات کی بحالی) کا مقابلہ

صہیونی دشمن کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے (نارملائزیشن) کی کوششوں کا مقابلہ کرنا،

اس کے خطرات کو بے نقاب کرنا اور اسے ناکام بنانے کے لیے تمام سرکاری اور عوامی کوششوں کو متحرک کرنا۔ تجربے نے ثابت کیا ہے کہ نارملائزیشن سیکورٹی اور استحکام کا راستہ نہیں بل کہ فلسطینی عوام اور عرب و اسلامی امت کے حقوق کے خلاف مزید جارحیت کا ایک ذریعہ ہے۔

7۔ فلسطینی بیانیے کی مضبوطی

عالمی فورمز پر فلسطینی بیانیے کو مستحکم کرنے اور صہیونی بیانیے کو بے نقاب کرنے کا سلسلہ جاری رکھنا۔ اس میں "معرکہ طوفان الاقصیٰ" کی دستاویزی ریکارڈنگ شامل ہے تاکہ ایسے قومی ادارے قائم کیے جا سکیں جو ہماری قوم کی قربانیوں کی اجتماعی یادداشت کو محفوظ رکھیں اور سچائی کو مسخ ہونے یا فراموشی سے بچا سکیں۔

8۔ قانونی راستہ اور بین الاقوامی انصاف

غزہ اور فلسطین میں اسرائیلی ریاست، اس کے لیڈروں اور فوجیوں کے جرائم، بالخصوص نسل کشی، فاقہ کشی اور جبری بے دخلی کے جرائم پر قانونی چارہ جوئی کی کوششیں جاری رکھنا۔ عالمی عدالت انصاف، بین الاقوامی فوجداری عدالت اور دنیا بھر کی متعلقہ قومی عدالتوں میں مقدمات دائر کرنا۔ یہ جرائم وقت گزرنے سے ختم نہیں ہوتے اور جنگی مجرموں کو بین الاقوامی انصاف کے کٹہرے میں اپنے انجام کا سامنا کرنا ہوگا۔

9۔ سفارتی اور بین الاقوامی تعلقات

ان ثالثوں کے ساتھ تعلقات کو مضبوط بنانا جنہوں نے جنگ بندی کے معاہدے کے حصول میں تعاون کیا، جن میں قطر، مصر اور ترکیہ سرفہرست ہیں۔ اسی طرح فلسطینی عوام کے حقوق کی حمایت کرنے والے ممالک جیسے چین، روس اور الجزائر کے ساتھ بین الاقوامی تعلقات کو مضبوط کرنا تاکہ سلامتی کونسل میں اسرائیلی ریاست کے اتحادیوں کی جارحیت کو روکنے میں ان کے کردار کو سراہا جا سکے۔

مختصر الفاظ میں۔۔۔

طوفان الاقصیٰ ہمارے لیے اور دنیا بھر کے عوام کے لیے محض ایک فوجی واقعہ نہیں تھا، بل کہ یہ ایک شاندار ولادت کا لمحہ اور ایک آزاد شعور کا ظہور تھا جو دھوکے اور فریب سے پاک ہے۔ یہ ایک ایسا پل ہے جو مضبوط ارادے، نئ مزاحمت، پختہ عزم، گہرے شعور اور انتہائی واضح وژن پر قائم ہے، جس کا مقصد اپنے عوام کے تمام حقوق کی بحالی، اپنی چھینی ہوئی آزادی کی واپسی، اپنی زمین اور مقدس شہر مقبوضہ بیت المقدس (یروشلم) کی آزادی اور اپنی ریاست کا قیام ہے۔

نسل کشی اور استقامت کے دو سال بعد، ہمارا بیانیہ واضح اور عیاں ہے، ایک ایسی قوم جسے مٹایا نہیں جا سکتا، ایک ایسی مزاحمت جسے شکست نہیں دی جا سکتی اور ایک ایسی یادداشت جسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

فلسطین دنیا سے ہمدردی کا طلبگار نہیں، بل کہ اپنے لوگوں کے جینے اور آزادی کے حق کا احترام چاہتا ہے۔ بیت المقدس کے دارالحکومت کے ساتھ ایک آزاد فلسطینی ریاست اور پناہ گزینوں کی اپنی زمین پر واپسی کوئی خواب نہیں بل کہ ایک تاریخی اور سیاسی حق ہے، جس کا مطالبہ وہ قوم کر رہی ہے جس نے نسل کشی کا سامنا کیا مگر ٹوٹی نہیں۔

یہ ہمارا بیانیہ ہے۔۔۔ جو اس وقت تک باقی رہے گا جب تک اس قوم کا ایک بھی دل آزادی کے لیے دھڑکتا رہے گا۔

فلسطين
حركة المقاومة الإسلامية - حماس

جمادى الآخر ١٤٤٧هـ
ديسمبر / كانون الأول ٢٠٢٥م